پاکستان میں رائج زرعی محاصل
(شریعتِ اسلام کی روشنی میں ایک جائزہ)

شگفتہ بانو*

پاکستان بنیادی طور پر ایک زرعی ملک ہے۔کل آبادی کا ۶۸% دیہات میں رہنے والے افراد پر مشتمل ہے۔قومی آمدنی کا ۲۳.۳% زراعت سے حاصل ہوتا ہے ملک کی ۳۲% لیبر فورس زراعت سے وابستہ ہے۔ غذائی ضروریات کی تکمیل کے علاوہ ملکی صنعتوں کے لیے ۸۰% خام مال بھی زرعی پیداوار سے حاصل کیا جاتا ہے۔ برآمدات میں صرف کپاس اور اس سے متعلقات کا حصہ ۵۸% ہے چاول کی برآمد سے کثیر رقم حاصل کی جاتی ہے اس لیے بلا مبالغہ زراعت پاکستان کی اقتصادیات میں ریڑھ کی ہڈی کا درجہ رکھتی ہے پاکستان کی تمام تر معاشی ترقی اور استحکام زراعت سے وابستہ ہے اور زراعت کا فروغ اور استحکام بہت حد تک اس کے نظام محاصل پر منحصر ہے کیونکہ محصولات ہی متعلقہ شعبہ میں نظم ونسق قائم کرنے کا مئوثر ہتھیار ہیں ان کے ذریعہ ہی متعین مقاصد کے لیے سعی کی جاتی ہے زرعی محصولات کے ذریعہ پیداوار اور ضروریات میں توازن پیدا کیا جاتا ہے مطلوبہ اجناس کاشت کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے تاکہ ملکی ضروریات بھی پوری ہونے اور زرمبادلہ بھی حاصل ہو۔ زیرنظر موضوع کا تعلق ایک طرف براہ راست ملکی معیشت سے ہے تو دوسری طرف مذہب سے بھی ہے کیونکہ پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے اس کے حصول کا مقصد ایک ایسی آزاد مسلم ریاست کا قیام تھا جہاں مسلمانان برعظیم اپنی روایات عقائد، معاشی اور معاشرتی اصولوں کے مطابق زندگی گزار سکیں پاکستان کے آئین ۱۹۷۳ء کی دفعہ ۲۲۷ کے تحت بھی ہم اس امر کے پابند ہیں کہ قرآن وسنت سے متصادم کوئی قانون پاکستان میں نافذ نہیں کیا جائے گا لہذا زیرنظر مقالہ میں اس امر کا جائزہ لیا جارہا ہے کہ پاکستان میں رائج زرعی محاصل کیا ہیں؟ آیا یہ قرآن وسنت سے مطابقت رکھتے ہیں؟ ملک وقوم کے مفاد میں ہیں؟ ہماری نظریاتی اساس سے ان کا تعلق کس حد تک ہے اور آخر میں یہ کہ ان کی اصلاح کیونکر ممکن ہے؟

محاصل کا مفہوم:

* ایسوسی ایٹ پروفیسر علوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج برائے خواتین، بلال گنج لاہور، پاکستان

محصول کا لفظ حصل سے ہے جس کے معنی ہیں ہر شے کا بقیہ، جو باقی رہ جائے اور جو ثابت ہو جائے اور اس کے سوا سب کچھ ختم ہو جائے اور محصول سے مراد ہے: حاصل ہونے والی چیز، اور یہ ان مصادر میں سے ایک ہے جو مفعول کے وزن پر آتے ہیں جیسے کہ معقول وغیرہ حصل:الحاصل من كل شى ء:مابقى وثبت و ذهب ماسواه والمحصول:الحاصل ، وهواحدالمصادرانى جاء ت على المفعول كا لمعقول(١) تاج العروس کے مولف لکھتے ہیں کہ۔المحصول و (الحاصل)والحصيلة بقية الشىء۔(٢)محصول، حاصل اور حصلیۃ سے مراد کسی شے کا باقی رہ جانے والا حصہ ہے)صاحب "الصحاح" کے نزدیک حصل:حصلت الشىء تحصيلا، و حاصل الشىء ومحصوله:بقية (٣)(حاصل کرنا: میں نے کسی شے کو حاصل کیا۔اور کسی چیز کا حاصل و محصول اس کا باقی رہ جانے والا حصہ ہے۔) فرہنگ آصفیہ میں محصول کے لغوی معنی ہیں محصول ،صفت ، حاصل کیا گیا، حاصل کردہ، شدہ حاصل، خراج، مالگزاری، کر، لگان ڈنڈ ٹیکس ،کرایہ، اجر، ٹول، آمدنی، پوسٹیج۔(٤)
دور حاضر میں اس کے لیے لفظ "ٹیکس" مستعمل ہے۔ٹیکس،محصول(٥) ٹیکس سے مراد ہے:

A compulsory contribution to the support of Government, levied on persons, property, income, commodities,transactions etc. (6)

(ٹیکس حکومت کی مدد کے لیے وہ لازمی ادائیگیاں ہیں جو کہ افراد، جائداد، آمدنی، اشیاء اور کاروبار وغیرہ پر عائد کی جاتی ہیں۔)

In modern economics taxes are the most important source of government revenue ..... They are regarded as a contribution to the general pool from which most government expenditures are financed. (7)

الغرض محاصل سرکاری آمدنی کا ایک اہم ذریعہ ہے اور یہ وہ رقم ہوتی ہے جو کہ شہریوں کو دی جانے والی سہولیات کے بدلے میں حکومت وصول کرتی ہے۔

محاصل کی تقسیم:

دور حاضر مین سب سے زیادہ استعال ہونے والی اور روایتی تقسیم بلا واسطہ محاصل (DIRECT TAXES)اور بالواسطہ محاصل(INDIRECT TAXES) کی ہے اس تقسیم کی بنیاد اس امر پر ہے کہ کس کو محصول کا بوجھ اٹھانا پڑتا ہے یا یہ کہ محصول کسی کی آمدنی کو متاثر کرتا ہے۔

1۔بلا واسطہ محاصل(DIRECT TAXES)اس سے مراد وہ محصول ہے جس کا بوجھ براہ راست اسی فرد پر پڑتا ہے

جس پر کہ عائد کیا گیا ہو یہ بار کسی دوسرے کی طرف منتقل نہیں کیا جا سکتا۔

"Direct tax is one that cannot be shifted by the taxpayer to some one else" (8)

براہ راست محصول ایک ایسا محصول ہے جس کو ادا کرنے والا کسی دوسرے کی طرف منتقل نہیں کر سکتا۔

یہی مفہوم Encyclopedia of Social Sciences میں بیان کیا گیا ہے کہ:

"A direct tax in this usage refers to one in which the legal tax payer cannot shift any of the tax laibility to other people" (9)

یہ محصول براہ راست اس لیے کہلاتا ہے جیسا کہ تعریف سے ظاہر کہ ٹیکس کا سارا بوجھ وہ فرد خود اٹھاتا ہے جس پر عائد ہوا ہو اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کی عائدگی اور وصول کے لیے ٹیکس دہندہ اور ٹیکس انتظامیہ میں براہ راست رابطہ ہوتا ہے ان کے درمیان کوئی تیسرا فرد یا ایجنسی وغیرہ نہیں ہوتی۔ یہ محاصل اپنی نوعیت کے اعتبار سے زیادہ منصفانہ ہوتے ہیں کیونکہ جو اس کا اہل ہوتا ہے اسی کو ادا کرنا ہوتا ہے۔

2۔ بالواسطہ محاصل (INDIRECT TAXES) یہ وہ محصول ہے جو عائد تو مختلف موقعوں اور مختلف افراد پر ہوتا ہے لیکن وصول صرف صارف سے کیا جاتا ہے گویا جس پر یہ ٹیکس عائد کیا جاتا ہے وہ اس کا سارا یا جزوی بوجھ کسی دوسرے کی طرف منتقل کر سکتا ہے۔

"The tax will be shifted in whole or in part to the ultimate consumer of the good who presumbaly has the ability to pay. (10)

یہ محصول سارا یا کسی حد تک آخر کار اشیاء استعمال کرنے والے صارف پر منتقل ہو جائے گا جس کے بارے میں فرض کر لیا گیا ہے کہ وہ محصول ادا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

Indirect taxes refer to those that are thought to be shifted from the legal tax payer to others. (11)

بالواسطہ محاصل کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ ان کا بوجھ قانونی طور پر ٹیکس ادا کرنے والا کسی دوسرے کی طرف منتقل کر سکتا ہے۔

اس قسم کا نمائندہ ٹیکس سیلز ٹیکس اور ایکسائز ٹیکس ہے مثال کے طور پر حکومت کارخانہ دار پر سیلز ٹیکس عائد کرتی ہے اور اس سے وصول کر لیتی ہے اور کارخانہ دار جب اپنی مصنوعات تیار کر کے ڈیلر کے حوالہ کرتا ہے تو وہ اس سے اس چیز کی قیمت میں شامل کر کے وصول کر لیتا ہے ڈیلر دوکاندار سے اور یہ دکاندار بالآخر چیز خریدنے والے فرد سے اس چیز کی قیمت میں شامل کر کے وصول کر لیتا ہے۔ گویا کہ یہ ٹیکس عائد تو کارخانہ دار پر ہوا تھا لیکن وصول

بالآخر صارف سے ہوا۔ یہ محصول بالواسطہ اس لیے کہلاتا ہے کہ ٹیکس اور ٹیکس ادا کرنے والے کا آپس میں بلاواسطہ رابطہ نہیں ہوتا بلکہ کئی مقامات سے ہوتا ہوا خریدار سے وصول کیا جاتا ہے۔ دوسرا یہ کہ عموماً منصفانہ نہیں ہوتے صارف پر سارا بوجھ پڑتا ہے، مہنگائی میں اضافہ ہوتا ہے۔

اس کو جمع کرنا عموماً آسان ہوتا ہے اور دینے والا بھی اس کو چیز کی قیمت سمجھ کر سمجھوتہ کر لیتا ہے اس کو اس امر کا اندازہ ہی نہیں ہوتا کہ جو وہ خرید رہا ہے اس کی قیمت میں ایک ٹیکس بھی لپٹا اور چھپا ہوا ہے اور اوپر بیٹھنے والے مینوفیکچرز کو ویسے بھی کوئی دقت پیش نہیں آتی کیونکہ وہ اسے نیچے والوں کو منتقل کر دیتے ہیں، اس ٹیکس سے بچنا تقریباً ناممکن ہوتا ہے صارف کو ہر حال میں ادا کرنا پڑتا ہے۔

پاکستان میں رائج زرعی محاصل:

پاکستان میں رائج زرعی محاصل میں بلواسطہ اور بلاواسطہ دو قسم کے محصول شامل ہیں ذیل میں ان کا مختصراً جائزہ لیا جاتا ہے۔

1۔عشر

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین ۱۹۷۳ء کی دفعہ ۲۲۷ کے تحت ملکی معیشت کو اسلامی خطوط پر استوار کرنے کے لیے اسلام کے اہم رکن ''زکوٰۃ وعشر'' کا نفاذ عمل میں لایا گیا ملکی ومقامی سطح پر مذاکرے اور بحث ومباحثہ کے بعد زکوٰۃ وعشر آرڈیننس محریہ ۱۹۸۰ (XVIII OF 1980) وجود میں آیا اس آرڈیننس کے تحت نظام زکوٰۃ تو ۲۰ جون ۱۹۸۰ کو ہی نافذ کر دیا گیا لیکن نظام عشر کا نفاذ ۱۹۸۳ میں ربیع کی فصل پر حکومت نے کیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ عشر کی وصولی سرکاری طور پر کی گئی ورنہ اس سے قبل یہ ہر مسلمان کا ذاتی معاملہ تھا حکومت کو اس سے کوئی تعلق نہ تھا۔اس آرڈیننس میں عشر سے متعلق احکامات باب نمبر۳ عشر کی تشخیص ووصولی، باب نمبر۵ زکوٰۃ وعشر انتظامیہ اور باب نمبر۶ میں بعض استثناء کے تذکرہ کے ساتھ موجود ہیں۔عشر سے متعلق اہم دفعات یہ ہیں۔

(i) یہ آرڈیننس پورے پاکستان پر نافذ ہوگا لیکن جہاں تک زکوٰۃ وعشر کی ادائیگی اور وصولی کا تعلق ہے اس کا اطلاق صرف پاکستان کے مسلمانوں پر ہوگا (۱۲)

(ii) عشر زرعی پیداوار پر وصول کیا جائے گا اور زرعی پیداوار سے مراد ہے مجموعی زرعی، باغاتی یا جنگلاتی پیداوار (۱۳)

(iii) ہر مالک اراضی، گرانٹی، الاٹی، پٹے دار یا لیز ہولڈر یا زمین پر قابض سے ہر پیداوار میں اس کے حصہ کے ۵% (پانچ فیصد) کی شرح سے لازمی طور پر عشر عائد اور وصول کیا جائے گا۔بقایا ۵% کے لیے اسے اختیار ہے کہ چاہے تو مقامی زکوٰۃ وعشر فنڈ میں جمع کروائے یا خود ہی کسی مستحق کو دے دے۔(۱۴)

(iv) جس زمین کی پیداوار سے لازمی بنیادوں پر عشر وصول کیا جائے گا اس زمین پر مالگزاری اراضی (لینڈ ریونیو) اور ترقیاتی محصول عائد نہیں ہوگا (۱۵)

(v) اس ادائیگی سے صرف یہ لوگ ہی مستثنیٰ ہوں گے جو شریعت کی رو سے خود زکوٰۃ لینے کے مستحق ہوں یا نصاب پورا نہ ہو یعنی جس کی زرعی پیداوار پانچ وسق (۹۴۸ کلوگرام) گیہوں یا مستوجب عشر دیگر فصلوں کی صورت میں اس کے برابر مالیت سے کم ہو۔ (۱۶) اے پھر اگر کوئی یہ بیان حلفی داخل کروائے کہ اس کے عقیدے اور فقہ کے تحت وہ آرڈیننس میں دیئے ہوئے طریقے کے مطابق کلی یا جزوی طور پر زکوٰۃ یا عشر دینے کا پابند نہیں ہے۔ (۱۷) اس شق کے تحت فقہ جعفریہ نے خود کو عشر کی ادائیگی سے مستثنیٰ ٹھہرالیا۔

(vi) عشر زکوٰۃ کا ہی ایک حصہ ہے اس لیے زکوٰۃ وعشر آرڈیننس ۱۹۸۰ء (XVIII OF 1980) میں اس کے مصارف و مدات بھی یکساں ہی بیان ہوئے ہیں۔ آرڈیننس کی رو سے زکوٰۃ فنڈ کی رقومات کو ان مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے گا۔ "ضرورت مندوں، ناداروں، غریبوں کی مدد کے لئے خاص طور پر یتیموں، بیواؤں، معذوروں اور اپاہجوں کے لئے جو شریعت کے تحت زکوٰۃ وصول کرنے کے مستحق ہیں ان کی بحالی کے لیے خواہ بلا واسطہ یا بالواسطہ یعنی مدارس، تعلیمی، فنی یا سماجی اداروں، عوامی ہسپتالوں، خیراتی اداروں اور دیگر اداروں کے ذریعہ جو ہیلتھ کیئر مہیا کر رہے ہیں ان ضرورت مند لوگوں کی مدد کے لیے جو قدرتی آفات کی وجہ سے بے گھر ہوگئے ہوں جیسا کہ سیلابوں اور زلزلوں کی وجہ، سے ان کی آبادکاری کے لیے زکوٰۃ وعشر کی وصولی، ادائیگی اور انتظام پر اخراجات کے لیے کسی دیگر مقصد کے لیے جس کے لیے شریعت نے اجازت دی ہو۔ (۱۸)

(vii) زکوٰۃ وعشر کی وصولی وادائیگی کے لیے انتظامیہ ۵ اداروں پر مشتمل ہے ان پانچوں اداراوں کی تشکیل۔ طریق کار اختیارات، فرائض اور ذمہ داریوں سے متعلق قانون میں دفعات ۱۸۔۱۲ واضح ہدایات موجود ہیں ان پانچ اداروں میں شامل ہے۔ مرکزی زکوٰۃ کونسل یہ کل ۱۷ ارکان پر مشتمل ہے اس کی ذمہ داری پالیسی بنانا، ہدایات جاری کرنا اور وفاقی سطح پر معاملات کی دیکھ بھال کرنا ہے۔ صوبائی زکوٰۃ کونسل یہ کل ۱۲ ممبران پر مشتمل ہے اس کا کام ہر صوبہ میں زکوٰۃ وعشر سے متعلقہ معاملات کی مجموعی نگرانی اور خصوصاً زکوٰۃ فنڈ اور ان کا حساب رکھنے کے لیے مرکزی کونسل کے مطابق صوبائی کونسل قائم کی گئی۔ ضلعی زکوٰۃ وعشر کمیٹی یہ کمیٹی صوبائی حکومت کی جانب سے تشکیل دی جائے گی۔ یہ ضلعی کمیٹی مرکزی کونسل یا صوبائی کونسل کے زیر ہدایت کام کرے گی اس کے عمومی فرائض میں شامل ہوگا۔ زکوٰۃ کی انتظامی تنظیم سازی کی کارگزاری اور خصوصاً عشر اور عطیات کی تشخیص، ضلعی اور مقامی زکوٰۃ فنڈ میں رقومات کی ادائیگی اور استعمال کی نگرانی عشر کے حوالہ سے اس کمیٹی کی اہم ذمہ داری ہے کہ کم از کم اوسط پیداوار اور کم از کم اوسط قیمت

مقرر کرنا/ تحصیل تعلقہ یا سب ڈویژنل زکوٰۃ وعشر کمیٹی فرائض میں شامل ہے عشر کی تشخیص زکوٰۃ وعطیات کی وصولی مقامی زکوٰۃ فنڈ میں رقومات کی ادائیگی اور مصارف کی نگرانی وغیرہ اور ضلعی کمیٹی کو کسی مسئلہ پر جو زکوٰۃ وعشر کی وصولی ادائیگی یا استعمال سے متعلق ہو مشورہ پیش کرے گی۔ مقامی زکوٰۃ وعشر کمیٹی کے اہم فرائض میں زکوٰۃ وعشر کے مستحقین کا تعین کرنا، زکوٰۃ وعشر اور عطیات کو رضا کارانہ طور پر وصول کرنا، مقامی زکوٰۃ وعشر فنڈ میں رقومات جمع کروانا۔ عشر کی تشخیص اور وصولی سے متعلق لوکل کمیٹی کی ذمہ داری اگرچہ ۱۹۹۰ء کی ترمیم کے ذریعہ ختم کردی گئی لیکن مستحقین کی نشاندہی اور ان تک مالی مدد پہنچانا اب بھی اس کی ذمہ داری ہے۔ (۱۹)

نظام عشر کے نفاذ کے وقت معاشی اور معاشرتی اثرات کے حوالہ سے بڑی توقعات وابستہ کی گئی تھی لیکن نتیجہ کافی مایوس کن رہا۔ آغاز میں تو اس آرڈیننس کے نتائج بہت بہتر رہے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ عشر کی وصولی کم ہوتی چلی گئی پہلے سال پورے ملک سے ۱۷۹.۶۲ ملین روپے عشر تشخیص کیا گیا اور وصولی بھی نہایت قابل رشک تھی ۱۷۹.۳۶ یعنی ۹۹.۸۵% ۹۹-۱۹۹۰ء میں ۲۴۴.۱۲ ملین میں سے ۱۴۱.۵۵ ملین روپے وصول ہوئے یعنی تقریباً ۵۸% سال ۹۳-۱۹۹۲ء میں یہ شرح مزید کم ہوکر ۲۰.۷۱% رہ گئی اور ۱۹۹۴ء سے تا حال پنجاب میں تو عشر کی تشخیص ہوئی ہے اور نہ وصولی باقی صوبوں میں بھی سوائے سندھ کے عشر کی وصولی بہت کم ہے۔ (۲۰)

2۔ زرعی انکم ٹیکس

قیام پاکستان کے وقت حکومت پاکستان نے ہندوستان میں رائج انکم ٹیکس ایکٹ ۱۹۲۲ء اختیار کیا (۲۱) جس کی دفعہ ۴ (۳) کے تحت زرعی آمدنی انکم ٹیکس سے مستثنیٰ تھی برطانوی حکومت کا زرعی آمدنی کو ٹیکس سے مستثنیٰ رکھنا مصلحت کی بنا پر تھا ایک تو ان کی سیاسی مجبوری تھی کہ وہ زمینداروں کی حمایت کھونا نہیں چاہتے تھے اور دوسری وجہ یہ تھی کہ لینڈ ریونیو سے حاصل ہونے والی آمدنی مجوزہ انکم ٹیکس کی آمدنی سے زیادہ ہی تھی (۲۲) ۱۹۷۹ء تک حکومت پاکستان نے ۱۹۲۲ء کا ایکٹ ہی بعض ترامیم کے ساتھ اپنائے رکھا۔ پھر انکم ٹیکس آرڈیننس ۱۹۷۹ء (XXXI of 1979) نافذ کیا اس کی دفعہ ۱۴، اور دوسرے شیڈول کے تحت بھی زرعی آمدن انکم ٹیکس سے مستثنیٰ رہی۔ موجودہ انکم ٹیکس آرڈیننس ۲۰۰۱ (XXIX of 2001) کی دفعہ (۱) ۴۱ پارٹ VII میں بھی یہ استثناء قائم ہے۔

پاکستان میں زرعی آمدنی پر محصول کے نفاذ کے لیے بین الاقوامی ایجنسیوں نے بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ یہ محصول عائد کرنے کی بنیاد حکومت پاکستان IMF اور ورلڈ بینک کے درمیان ۱۹۸۸ میں ہونے والا معاہدہ Structural Adjustment Programme تھا۔ جس کی رو سے پاکستان کو قرض کے ساتھ ساتھ ایک ایجنڈا بھی دیا گیا جس کی پابندی کرنا لازم تھی۔

"Since 1988 Pakistani's economic Policies, management and performance have been almost totally determind by the country's adherence to IMF/ WORLD BANK Sponsored Structural Adjustment Programme, and Pakistani's various governments have had to no independent or origional economic programme of their own.

اس پروگرام کے تحت ریونیو بڑھانے کے لیے ٹیکس کا دائرہ وسیع کیا گیا۔

"The Purpose was to raise the total revenue / GDP raito from 17.6% in 1988 to 20% by 1991-2. The Salient Features of the tax effort included the gradual extension of the Sales Tax on imports and domestically produced goods. The income tax was also to be restructured so that there was greater vertical quity.

چنانچہ اس معاہدہ کے تحت زراعت پر انکم ٹیکس اور زرعی مداخل پر سیلز ٹیکس عائد کیا گیا۔

پاکستان میں زرعی آمدن پر باقاعدہ انکم ٹیکس کا آغاز ۱۹۹۳ میں ہوا وفاقی حکومت نے تمام صوبوں کو ۲ روپے فی یونٹ کے حساب سے ۴۰۰۰ پیداوار یونٹ سے زائد زرعی اراضی پر عائد کرنے کی ہدایت کی اور تمام صوبوں نے اسے نافذ کیا حکومت نے اس مد میں تقریباً ۴۸ ملین روپے (۴۷،۷۹۸،۲۶۴) جمع ہونے کا تخمینہ لگایا مگر حکومت کو کوئی قابل ذکر وصولی نہ ہوسکی۔ ۹۷-۱۹۹۶ میں وفاقی حکومت نے ایک بار پھر زرعی آمدن کو ٹیکس کے دائرہ میں لانے کے لیے وفاقی بجٹ میں بڑی Confirm Comitment کی اور صوبائی حکومتوں کو سختی سے اس پر عملدرآمد کی ہدایت کی اس کے نتیجہ میں صوبوں میں ۱۹۹۷ کے زرعی انکم ٹیکس ایکٹ اور آرڈیننس نافذ کئے گئے اور موجودہ صوبائی زرعی انکم ٹیکس آرڈیننس ۲۰۰۰ اسی کی ترمیم شدہ شکل ہے اس میں زرعی آمدنی پر ٹیکس کے لیے زمین اور آمدنی دونوں کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ آرڈیننس کے شیڈول I میں ٹیکس زمین کی بنیاد پر عائد کیا گیا ہے یہ شیڈول ہر صوبہ کا فرق ہے۔ زرعی انکم ٹیکس کی چھوٹ کی حد اور ٹیکس کی شرح باہم تمام صوبوں کی فرق ہے جبکہ شیڈول II میں زرعی آمدنی پر ٹیکس عائد کیا گیا ہے اس کی بنیادی چھوٹ اور شرح تمام صوبوں کی یکساں ہے اور پھر مالک زمین کو اس امر کا پابند کیا گیا ہے کہ ان دونوں شیڈول کی رو سے جس ٹیکس کی شرح زیادہ بنے گی وہ ادا کرنا ہوگا دوسرا نہیں مثال کے طور پر پنجاب کا شیڈول نوٹ کرتے ہیں۔

پنجاب

شیڈول I

دفعہ (1) 3

کل کاشتہ اراضی کی حد	شرح محصول فی ایکڑ
1/2 12 ایکٹر سے زائد نہ ہو	ندارد
1/2 12 ایکٹر سے زائد مگر ۱۲۵ ایکٹر سے زائد نہ ہو	۱۵۰ روپے
۱۲۵ ایکٹر سے زائد ہوتو	۲۵۰ روپے

شیڈول II

(دفعہ (2)3)

کل اراضی آمدنی پر محصول کی شرح

1۔اگر کل آمدنی ۱۰۰،۰۰۰ سے زائد ہو	۵%
2۔اگر کل آمدنی ۱۰۰،۰۰۰ سے زائد مگر ۲۰۰،۰۰۰ سے زائد نہ ہو	۱/۲% ۷
3۔اگر کل آمدنی ۲۰۰،۰۰۰ سے زائد مگر ۳۰۰،۰۰۰ سے زائد نہ ہوتو	۱۲۵،۰۰ روپے بمعہ ۲۰۰،۰۰۰ سے زائد رقم کا ۱۰%
4۔اگر کل آمدنی ۳۰۰،۰۰۰ سے زائد ہوتو	۲۲۵،۰۰ روپے بمعہ ۳۰۰،۰۰۰ سے زائد رقم کا ۱۵%

تاہم مذکورہ بالا آمدنی کے پہلے ۸۰،۰۰۰ پر کوئی محصول قابل ادائیگی نہ ہوگا۔
دیگر تینوں صوبوں کا شیڈول II بھی اسی شرح پر مبنی ہے۔

3۔مارکیٹ فیس:

یہ کسان پر عائد ہونے والا ایک بالواسطہ (Indirect) محصول ہے جو کہ حکومت مارکیٹ کمیٹی کے ذریعہ اس کی خریدی اور بیچی جانے والی پیداوار پر وصول کرتی ہے۔"مارکیٹ فیس سے مراد وہ فیس ہے جو مارکیٹ ایریا کی حدود میں زرعی پیداوار کی خرید وفروخت پر عائد کی جاتی ہے(۲۶)

یہ ایک صوبائی محصول ہے پنجاب میں "پنجاب زرعی پیداواری منڈیوں کا آرڈیننس ۱۹۷۸ء رائج ہے اس کے تحت مارکیٹ کمیٹیاں قائم کی جاتی ہیں۔(۲۷) اور یہ مارکیٹ کمیٹی زرعی اجناس پر فیس عائد کرتی ہے منڈی میں

کاروبار کرنے والے حضرات کو لائسنس جاری کرتی ہے مارکیٹ فیس وصولی کرتی ہے زرعی اجناس کے ریٹ طے کرتی ہے اور روزانہ نرخنامہ آویزاں کرنا، ناپ تول کے اوزان کی نگرانی کرنا، منڈی میں کاروباری حضرات اور ان کے مال بار برداری کے لیے سہولتیں مہیا کرنا اس کے فرائض میں داخل ہے (۲۸) اس محصول کی شرح ہے

زرعی اجناس کے لیے لائسنس فیس	۲۰۰ روپے سالانہ
زرعی اجناس پر سوائے چارہ جات وتوڑ	۱.۰۰ روپیہ فی سوکلوگرام (ایک کوئنٹل یا ایک بوری)

اس محصول سے حاصل ہونے والی آمدنی سے ایک "مارکیٹ کمیٹی فنڈ" قائم کیا جاتا ہے۔ مارکیٹ کمیٹی کے تمام اخراجات اس سے پورے کئے جاتے ہیں (۲۹) اور ہر مارکیٹ کمیٹی اپنی سالانہ آمدنی کا جو 10% سے کم نہ ہو حکومت کے کھاتہ میں جمع کروانے کی پابند ہے جو کہ حکومت مارکیٹ کمیٹیوں کی کارکردگی بہتر بنانے کے لیے رکھنے عملہ کو تنخواہوں کی صورت سب کو ادا کرتی ہے یا پھر صوبہ بھر کی مارکیٹ کمیٹیوں کی فلاح و بہبود پر خرچ کئے جاتے ہیں۔ (۳۰) یہ محصول چونکہ زرعی اجناس سے وصول کیا جاتا ہے اس لیے لازماً کاشتکار و کسان کی جیب سے حکومت کے خزانہ میں جاتا ہے یہ محصول حکومت خریدار اور مشتری دانوں سے وصول کرتی ہے۔ دوسرے صوبوں میں بھی یہ نظام تقریباً اس صورت میں قائم ہے (۳۱)

4۔ گنے پر (ترقیاتی) محصول (SUGARCANE DEVELOPMENT CESS)

یہ محصول گنے کے کاشتکاروں اور مل مالکان سے وصول کیا جاتا ہے یہ ایک صوبائی معاملہ ہے یہ بنیادی طور پر ایک محصول نہیں بلکہ ترقیاتی اخراجات پورے کرنے کا ایک ذریعہ ہے لیکن چونکہ کاشتکار سے وصول کیا جاتا ہے اس لیے ذکر کیا گیا ہے اس کا آغاز ۱۹۶۴ میں ہوا The Punjab Sugarcane Cess Rules بنائے گئے یہ سیس کاشتکار اور مل مالکان سے برابر شرح پر وصول کیا جاتا ہے اس کا بنیادی مقصد کھیتوں سے ملوں تک سڑکوں اور پلوں کی مرمت اور بحالی سے پنجاب میں اس کا ریٹ آج کل ۵۰ پیسے فی ۴۰ کلوگرام ہے (۳۲) یہ محصول کاشتکار سے اس وقت وصول کیا جاتا ہے جب وہ شوگر مل کو گنا بیچتا ہے فصل کے وزن کے ساتھ ہی شوگر مل مالکان کاشتکار سے یہ ٹیکس وصول کر لیتے ہیں اور بعدازاں اپنا حصہ جمع کر کے حکومت کے خزانے میں جمع کرواتے ہیں (۳۳) یہ سیس حکومت کے خزانہ میں ہر پندرہ دن بعد جمع کروایا جاتا ہے اس کے استعمال کے لیے ہر ضلع کی سطح پر ایک کمیٹی بنائی جاتی ہے جس کا چیئرمین متعلقہ علاقہ کا DCO ہوتا ہے اور دیگر دس ممبران پر مشتمل ہوتی ہے جس میں مل، کاشتکار محکمہ خوراک، زراعت، فنانس اینڈ پلاننگ اور ضلع ناظم کا نمائندہ موجود ہوتا ہے۔ اگر یہ کمیٹی کی سکیم کی منظوری دیتی ہے تو پھر ضروری کارروائی کے بعد فنڈ جاری کئے جاتے ہیں (۳۴) یہ رقم اکاؤنٹ میں Lapse نہیں ہوتی اگر ایک سال

استعمال نہیں ہوسکی تو دوسرے سال ہوسکتی ہے۔ اس کی محصول کی یہی صورت حال دوسرے صوبوں میں بھی ہے سوائے بلوچستان کے وہاں چونکہ کوئی شوگرمل نہیں پائی جاتی اس لیے وہاں اس cess کا کوئی وجود ہیں۔

5۔ جنرل سیلز ٹیکس

یہ ایک بلاواسطہ Indirect ٹیکس ہے جو اشیاء کی فروخت اور درآمد پر تاجران سے وصول کیا جاتا ہے تاجراس ٹیکس کو اشیاء کی قیمت فروخت میں شامل کر کے عوام کی طرف منتقل کر دیتے ہیں۔ (۳۵) جو کہ یہ اشیاء خریدتے ہیں اوران کو اس امر کا خیال تک نہیں ہوتا کہ ان سے قیمت خرید کا 16% بطور ٹیکس وصول کیا جارہا ہے۔ زرعی مداخل (In Puts) یہ زراعت کا انحصار ہوتا ہے اگر یہ مہنگے ہوں تو پیداواری لاگت بڑھ جاتی ہے اور کسان کا نفع خود بخود کم ہو جاتا ہے پاکستان میں بعض زرعی مداخل پر سیلز ٹیکس عائد ہے مثلاً کھاد، زرعی ادویات، ڈیزل، ٹیوب ویل کے لیے استعمال ہونے والی بجلی پر بھی سیلز ٹیکس عائد تو ہے لیکن یہ صارف ادا نہیں کرتا بلکہ حکومت ادا کرتی ہے جبکہ بیج اور زرعی مشینری سیلز ٹیکس سے مستثنیٰ ہیں پاکستان میں سیلز ٹیکس ایکٹ ۱۹۹۰ نافذ ہے یہ ایکٹ ۱۱۱بواب ۷۲دفعات اور ۴شیڈول پر مبنی ہے۔

6۔ آبیانہ:

یہ وہ رقم ہے جو زرعی مقاصد کے لیے استعمال ہونے والے نہری پانی کے بدلہ میں حکومت وصول کرتی ہے یہ ایک صوبائی معاملہ ہے ہر صوبہ کی حکومت اس کا ریٹ اور اصول وضوابط طے کرتی ہے Canal and Drainage Act 1873 میں وضاحت کی گئی ہے کہ:

> 36- Charge on Occupier for water, How determind:
> The Rate to be charged for canal water supplier for purpose of irrigationto the occupier's of land shall be determined by the rules to be made by Provincial Govt and such occupiers as accept the water, shall pay for it accordingly. (36)

ایکٹ ہذا کے تحت پانی کی اس قیمت کا نام Occupier's Rate (آبیانہ) ہے اس کو Water Rate بھی کہتے ہیں حکومت جس نہری پانی کی فراہمی پر آبیانہ وصول کرتی ہے اس میں صرف نہریں ہی نہیں بلکہ وہ تمام تالاب، ٹیوب ویل، ذخیرہ آب، چشمے، پانی کے راستے شامل ہیں جنھیں صوبائی حکومت تعمیر اور کنٹرول کرتی ہے۔(۳۷)

آبیانہ ایک خدمت اور چیز (پانی) کا معاوضہ ہے جسے حکومت وصول کرتی ہے اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ

محصول نہیں بلکہ Service Charges ہیں جبکہ بعض اسے باقاعدہ محصول سمجھتے ہیں آبیانہ بظاہر محصول نہیں پانی کی قیمت ہے نہروں کا پانی لیے بغیر زمینداروں کا گذارہ نہیں اگر آبیانے کی رقم نہریں چلانے کے برابر خرچ ہوتو اسے محصول نہیں کہتے مگر اول تو نہری پانی حکومت کی آمدنی کا بڑا ذریعہ ہیں دوم نہروں کی آمدنی صرف زمینداروں پر ہی خرچ نہیں کی جاتی معاملہ زمین کی مانند آبیانہ سے حکومت کے خرچے نکلتے ہیں اس لیے آبیانہ محض سیدھا محصول ہوا۔(۳۸) آبیانہ مقرر کرنے کے دوطریقے ہیں اور یہ دونوں پاکستان میں پائے جاتے ہیں۔

i۔فصل کے اعتبار سے: ہر فصل کی ضرورت کے مطابق اس کو پانی دینا پھر اس پانی کی مقدار کے مطابق ہر فصل کے لیے الگ سے آبیانہ مقرر کرنا اس طریقہ کار میں جس فصل کو زیادہ پانی کی ضرورت ہوتی ہے اس پر زیادہ آبیانہ وصول کیا جاتا ہے اور جن فصلوں کو کم پانی درکار رہوتا ہے اس پر کم شرح سے آبیانہ کی شرح حکومت کینال اینڈ ڈرینج ایکٹ کی دفعہ ۳۶ کے تحت خود مقرر کرتی ہے ہر فصل کے لیے آبیانہ کی شرح مختلف ہوتی ہے اگر فصل دو یا تین بار کاشت ہوتی ہے تو آبیانہ بھی اتنی ہی بار دینا ہوگا۔

ii۔فلیٹ ریٹ آبیانہ: یہ رقبہ زمین کو بنیاد بنا کر عائد کیا جاتا ہے حکومت کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہوتا کہ کیا بویا اور کتنا پایا حکومت پانی کی فراہمی کو مدنظر رکھتے ہوئے خریف اور ربیع کا فی ایکٹر ریٹ مقرر کر دیتی ہے یہ طریقہ تشخیص عملی اعتبار سے نسبتاً آسان ہے۔

پاکستان میں آبپاشی اور اس سے متعلقہ امور کے لیے قانون Canal and Drainage Act 1873 نافذ ہے اس کے تحت چاروں صوبوں میں پیڈا Provincial Irrigation Development Authority بذریعہ ایکٹ قائم کی گئی ہیں جو صوبائی سطح پر آبپاشی سے متعلقہ امور کو ڈیل کرتی ہیں کینال اور ڈرینج ایکٹ ۱۸۷۳ء کی رو سے آبیانہ کی تشخیص محکمہ آبپاشی وانہار کے ذمہ ہے:

> 6.7- Assessment and Realization of Occupier's rate: The amount of demandable for occupier's rate shall be determined and opportioned by the Divisional canal officer and the collector shall realize the sums due (39)

آبیانہ کی وصولی محکمہ مال کرتا ہے۔انہار کا محکمہ آبیانہ تشخیص کر کے پرچیاں محکمہ مال کے حوالہ کر دیتا ہے اور ان کی بنیاد پر محکمہ مال آبیانہ کی وصولی کرتا ہے۔آبیانہ کا مطالبہ (فلیٹ ریٹ کی صورت میں) سال میں دو دفعہ کیا جاتا ہے خریف کی فصل کے لیے جنوری اور ربیع کے لیے جون میں اور وصولی ہر چھ ماہ بعد فصل پر کی جاتی ہے پاکستان میں اس وقت صوبوں میں مختلف نظام برائے تشخیص آبیانہ رائج ہیں حکومت پنجاب نے فصل کی بنا پر آبیانہ کی تشخیص کو

منسوخ کرتے ہوئے نوٹیفکیشن نمبر NO. SO (Rev) 1 P/3-98/2003 کے ذریعہ خریف ٢٠٠٣ سے فلیٹ ریٹ آبیانہ نافذ کردیا ہے۔صوبہ سندھ، سرحد اور بلوچستان میں فلیٹ ریٹ کی بجائے فصل کی بنیاد پر تشخیص کیا جاتا ہے۔(٤٠)

شریعت کی روشنی میں زرعی محاصل کا تنقیدی جائزہ:

اسلام ایسا کامل ضابطہ حیات ہے جو زندگی کے ہر شعبہ میں فکر وعمل کے لیے راہنمائی فراہم کرتا ہے انسانی زندگی کا کوئی گوشہ خواہ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی قومی ہو یا بین الاقوامی، معاشی ہو یا سیاسی، معاشرتی ہو یا قانونی اسلام کی ہدایات سے محروم نہیں دیگر شعبہ ہائے زندگی کی مانند اسلام ایک نہایت منصفانہ اور عادلانہ معاشی نظام پیش کرتا ہے اور محاصل عامہ اسلامی ریاست کے معاشی نظام کا ایک اہم جزو ہیں اس پر ریاست وشہریوں کی ضروریات کی تکمیل اور فلاح و بہبود کا انحصار ہوتا ہے اور یہ ملک وقوم کے مقصد حیات کی عکاسی بھی کرتے ہیں۔ اسلام کا مالیاتی نظام نظریاتی اور اخلاقی بنیادوں پر استوار ہے اس کا مزاج محاصل کا بوجھ بڑھانے کی طرف جھکاؤ نہیں رکھتا۔ مطمع نظر بیت المال بھرنے نہیں بلکہ تقویٰ کا حصول، انفرادی اور اجتماعی فلاح و بہبود اور اعلیٰ اخلاق کی تکمیل ہے۔حضرت عمر بن عبدالعزیز(٩٩۔١٠١ھ) نے اپنے ایک حاکم کو محاصل کے بارے میں ہدایات دیتے ہوئے یہ سنہری اصول یاد کروایا تھا کہ اللہ جل جلالہ نے محمد ﷺ کو داعی ومبلغ بنا کر بھیجا ہے محصل(Tax Collector) بنا کر نہیں (٤١) اسلام کے مالیاتی نظام میں اسلامی ریاست کا نظام محاصل اور مالیات عامہ نہایت لچکدار ہے جوں جوں اسلامی ریاست کی مالی ضروریات بڑھتی جاتی ہیں اس کے مالی وسائل میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے زرعی محاصل کے حوالے سے دیکھیں تو عہد نبوی میں عشر وخراج ہی بنیادی زرعی محاصل تھے اور وہ بھی مکی دور میں تو ناپید تھے بات صرف خیرات وصدقات تک تھی لیکن جب ہجرت مدینہ ہوئی، اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی گئی تو عشر کی وصولی کا سرکاری سطح پر باقاعدہ آغاز کیا گیا اور خراج کی وصولی کی ابتداء ٧ھ میں ہوئی۔عہد خلافت راشدہ میں صدیقی دور میں تو صورت حال وہی رہی لیکن عہد فاروقی (١٣ھ۔٢٣ھ) میں جب اسلامی فتوحات کا دائرہ دور دور تک پھیل گیا تو زرعی محاصل عشر وخراج کے لیے اصول وضوابط مقرر کیے گئے اور اس کے ساتھ ساتھ عشور اور کراء الارض کا اضافہ ہوا عہد بنوامیہ (٤١ھ۔١٣٢ھ) اور عہد بنوعباس (١٣٢-٦٥٦ھ) میں بھی تقریباً یہی زرعی محاصل موجود رہے۔ پاکستان میں رائج عشر کے علاوہ دیگر زرعی محاصل مثلاً زرعی انکم ٹیکس، آبیانہ، مارکیٹ فیس وغیرہ کا جائزہ لیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ یہ محاصل اپنے نام اور نظام کے ساتھ کہیں بھی عہد نبوی یا حکومت راشدہ میں نہیں پائے جاتے تھے لیکن ان کو محض اس بنا پر غیر اسلامی یا مخالف اسلام قرار نہیں دیا جاسکتا۔علماء کرام قرآن وسنت اور تاریخی حقائق سے جدید محاصل عائد کرنے کا جواز اور سند پیش کرتے

ہیں کہ مستقل زرعی محاصل عشر و خراج کے علاوہ بھی جدید محاصل عائد کرنے کی اجازت اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے دلیل وہ آیات مبارکہ ہیں جس میں مال خرچ کرنے کا عمومی حکم دیا گیا ہے ۔ **وفی اموالھم حق للسائل و المحروم**(۴۲) (اوران کے مال میں مانگنے والے اور نہ مانگنے والے (دونوں) کا حق ہوتا ہے)**ویسئلونك ماذا ینفقون قل العفو**(۴۳) (تم سے پوچھتے ہیں ہم کیا خرچ کریں کہو جو ضرورت سے زائد ہو) اللہ تعالیٰ نے ضرورت سے زائد مال خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے نبی اکرم ﷺ نے بھی واضح طور پر فرمادیا ہے کہ عشر و خراج کے علاوہ بھی محاصل عائد کئے جاسکتے ہیں ان فی المال حقا سوی الزکوۃ (۴۴) (لوگوں کے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی ایک حق ہے) اس اصولی ارشاد سے واضح ہوتا ہے کہ عشر و خراج کے علاوہ دیگر نئے محاصل عائد کئے جاسکتے ہیں اسلام اس کی اجازت دیتا ہے تاریخ سے بھی ثابت ہے کہ عہد فاروقی میں ایک نیا محصول جس کا عہد نبوی میں کوئی وجود نہ تھا "عشور" کے نام سے جاری کیا (۴۵)

حضرت عبداللہ بن عمر کا قول ہے کہ تیرے مال میں زکوٰۃ کے سوا اور بھی حقوق ہیں (۴۶) ابو عبید القاسم لکھتے ہیں مال میں زکوٰۃ کے علاوہ دیگر حقوق بھی ہیں (۴۷) فقہاء کرام کی اکثریت نے بھی فرض زکوٰۃ و عشر کے علاوہ مال میں دیگر حقوق کی قائل ہے لیکن وہ اس مطالبہ کو چند شرائط سے مشروط کرتے ہیں مثلاً یہ کہ فرض صدقات کی آمدنی ضروریات کے لیے ناکافی ہو تو پھر حاکم وقت مزید محصول مالدار لوگوں پر عائد کرسکتا ہے ترجمہ: ہر شہر کے مالداروں پر فرض ہے کہ وہ اپنے محتاجوں کی کفالت کریں اور سلطان انہیں مجبور کرسکتا ہے بشرطیکہ زکوٰۃ کی آمدنی اس مقصد کے لیے ناکافی ہو (۴۸) ضروری ہے کہ نئے عائد ہونے والے محاصل مصالح عامہ کے لیے ہونے چاہیں "ایسے جدید محاصل جو جائز طور پر لگائے گئے ہوں جیسے مشترکہ نہر کھودنے کے لیے یا پہرہ دار کی اجرت کے لیے، اسلامی فوج لیس کرنے کے لیے، جنگی قیدیوں کو چھڑانے کے لیے یا اسی طرح کے دیگر فلاحی، ترقیاتی اور اجتماعی کاموں کے لیے ایسے محاصل کی ادائیگی بالاتفاق جائز ہے (۴۹) امام شاطبی (مالکی) کے نزدیک محاصل عائد کرنے کے لیے ضروری ہے کہ امام عادل ہو، مال لینے اور خرچ کرنے میں ایقاع ہو اور انھیں شریعت کی تائید حاصل ہو (۵۰) حنفی فقہ نقطہ نظر ہے کہ بعض توائب (عائد کیے جانے والے جدید محاصل) بر بنائے حق ہوتے ہیں مثلاً فوج کے لیے رسد فراہم کرنا، قیدیوں کا فدیہ دینا اور اس قسم کے دیگر مقاصد کے لیے جو ٹیکس عائد کیا جاتا ہے وہ درست ہے (۵۱) گویا فقہاء کرام فرض صدقات کے علاوہ نئے محاصل کے جواز کے تو قائل ہیں لیکن ضروری ہے کہ یہ محاصل بر بنائے حقیقی ضرورت ہو، بیت المال ضروریات کی تکمیل سے قاصر ہو۔ مصالح عامہ پر مبنی ہوں اور شریعت کی روح کے خلاف نہ ہوں اس صورت میں ان نئے عائد شدہ محاصل کی ادائیگی امر واجب ہوگی کیونکہ حاکم وقت کی اطاعت ہر ایسے امر

میں واجب جس میں مسلمانوں کی بھلائی ہو(۵۲)زکوٰۃ وعشر اللہ اور اس کے رسول کا مقرر کردہ صدقہ ہے اور اس کے علاوہ وہ سب مطالبات جو اسلامی حکومت کرے "فرض"ہوں گے اور وہ بھی"زکوٰۃ"ہی متصور کئے جائیں گے(۵۳)

عقلی اعتبار سے بھی ضروری ہے کہ حکومت زکوٰۃ (عشر) کے علاوہ دوسرے محاصل عائد کرنے کا اختیار رکھتی ہو کیونکہ قرآن حکیم میں زکوٰۃ کے مخصوص مصارف ہیں ان کے علاوہ زکوٰۃ کو خرچ نہیں کیا جاسکتا۔ ماضی کی طرح اب مال غنیمت اور مال فئے کا بھی کوئی وجود نہیں تو لامحالہ یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ دیگر فرائض کی ادائیگی کے لیے حکومت عوام پر دوسرے محاصل عائد کرے(۵۴)اسلام کا دائمی وابدی ہونا بھی اس امر کا تقاضہ کرتا ہے کہ وہ حالات کی بدلتی ہوئی صورت حال کا ساتھ دے زراعت کی صورت حال آج وہ نہیں رہی جو کہ پندرہ صدی بیشتر تھی اس کا حل یہ ہے کہ وہ فیصلے کئے جائیں جو اسلام کے اصول وکلیات پر مبنی ہوں ، روح اسلام کے منافی نہ ہوں شکل اور نظام خواہ کچھ بھی ہو لہذا ہمیں یہ حق حاصل ہے کہ قرآن حکم کے پیش کردہ بنیادی اصولوں کو مدنظر رکھ کر اپنے حالات وزمانہ کے مطابق قانون سازی کرسکیں(۵۵)اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی یہ سفارش کی کہ "عصر حاضر میں حکومت کا دائرہ کار بہت وسیع ہوچکا ہے اور تمام مال ضروریات زکوٰۃ وعشر سے پوری نہیں کی جاسکتیں اس لیے نظریہ ضروریات اور مصالح مرسلہ کے تحت حکومت کو محصول کاری کے اختیارات دینا ناگزیر ہے لیکن محصول کاری کو اسلامی اصولوں کے تابع ہونا چاہیے(۵۶)

الغرض دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پاکستان میں رائج زرعی محاصل اس حدتک تو جائز اور درست ہیں کہ اسلام میں نئے محاصل عائد کرنے کی گنجائش بلکہ اجازت ہے خواہ یہ زرعی انکم ٹیکس ہو یا جنرل سیلز ٹیکس لیکن اب فرداً فرداً بھی ان محاصل کا اسلام کے حوالہ سے ایک تنقیدی جائزہ لیتے ہیں۔

عشر:

زرعی محاصل کے حوالہ سے عشر ہی وہ واحد حق ہے جو قرآن وسنت کی روشنی میں ایک مسلمان کی زرعی پیداوار پر واجب ہوتا ہے یہ مالی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ عبادت کا درجہ بھی رکھتا ہے پاکستان میں عشر کے نفاذ کی کوشش تو قابل ستائش تھی لیکن نتیجہ خیز ثابت نہ ہوئی کیونکہ اس میں اسلامی احکام کی نسبت سیاسی مصالح ومجبوریوں کو زیادہ مدنظر رکھا گیا اس کا ایک ڈھیلا ڈھالا نظام متعارف کروایا گیا جو بعدازاں مذاق بن کر رہ گیا اور اتنی بے دلی سے نافذ کیا گیا کہ مطلوبہ نتائج حاصل نہ ہوسکے۔ ابتداء سے ہی اس قانون میں اسلام کے حوالہ سے بعض کوتاہیاں موجود تھیں جن کے ساتھ یہ نظام پھل پھول ہی نہیں سکتا تھا مثلاً زکوٰۃ وعشر آرڈیننس ۱۹۸۰ کی دفعہ 1(3) کے استثناء

کے مطابق اہل تشیع نے خود کو عشر و زکوۃ کی ادائیگی سے مستثنٰی ٹھرالیا اور دیگر فقہ کے افراد نے بھی اس کی آڑ میں استثناء کا دعویٰ کرنا شروع کردیا۔ اگرچہ ملک کے سب سے بڑے مشاورتی ادارے اسلامی نظریاتی کونسل نے اس پر اپنی تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ تمام مسلمان فرقوں پر بلا استثناء ان کی فقہ کے مطابق زمینی پیداوار میں وا تو حقه یوم حصاده کے حکم قرآنی اور احادیث نبوی کی روشنی میں ان غریبوں، مسکینوں اور محتاجوں کا حق وصول کیا جائے خواہ اس کا نام ان کی فقہ میں کچھ اور ہو(۵۷) بعدازاں ایک رپورٹ میں پھر حکومت کو باور کروایا گیا کہ وہ تمام مسلمانوں پر بلا استثناء فقہ عشر نافذ کرے زکوۃ و عشر کے نظام کو مکمل طور پر نافذ کیا جائے کوئی کلمہ گو چاہے وہ شیعہ ہو یا سنی اس سے مستثنٰی نہ کیا جائے (۵۸)

تاریخ اسلام میں بھی ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ اہل ملک کے باشندوں کو زرعی محصول کی چھوٹ دی گئی ہو مسلمان ہو یا غیر مسلمان، مسلمانوں سے ہمیشہ عشر وصول کیا گیا اور غیر مسلمانوں سے خراج، عہد عباسیہ میں تو اہل تشیع کی کثیر تعداد موجود تھی لیکن کوئی ایسی تاریخی شہادت نہیں ملتی انھیں یا مسلمانوں کے کسی گروہ کو عشر کی ادائیگی سے عباسی حکومت نے مستثنٰی کیا ہو۔ حکومت پاکستان نے یقیناً اپنی سیاسی مجبوریوں اور مصلحتوں کی بنا پر ایسا کیا لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ ابتداء سے ہی اس قانون میں ایک خلاء پیدا ہوگیا اور یہ مذاق بن کر رہ گیا حالانکہ حکومت کا فرض بنتا تھا کہ وہ تمام مسلمانوں پر عشر عائد کر کے وصول کرتی اور اگر کسی وجہ سے ایسا ممکن نہیں تھا تو کم از کم اس کے مقابل کوئی فلاحی ٹیکس ہی عائد کرتی یہ سفارش بھی کی گئی کہ "ملک کے وہ افراد جو زکوۃ وعشر کی ادائیگی سے زکوۃ و عشر آرڈیننس ۱۹۸۰ کے تحت مستثنٰی ہیں انہیں فلاحی ٹیکس کا مکلّف کیا جائے جو زکوۃ کی سی شرائط و ضوابط کے ساتھ ہو(۵۹) لیکن اس تجویز پر کوئی توجہ نہ دی گئی۔ اس قانون عشر کے تحت حکومت نے بارانی اور غیر بارانی کی تفریق کے بغیر سب پر 5% (1/20) عشر لازمی قرار دیا اور بقایا بارانی علاقوں کا ۱/۲۰ حصہ کی ادائیگی کو زمیندار کی صوابدید پر چھوڑ دیا یہ شق اسلام کے تصور عشر کے بالکل خلاف جاتی ہے اسلام میں ایسا کوئی تصور نہیں کہ آدھا عشر تو حکومت خود دے اور بقایا آدھا مالکان کی صوابدید پر چھوڑ دے اسلام تو حکم دیتا ہے۔ یا یھا الذین امنو ادخلو ا فی السلم کا فة (۶۰) (اے ایمان والوں اسلام میں سارے کے سارے داخل ہوجاؤ) اور نہ ہی دور حاضر میں اسلام کے نفاذ کے لیے کسی تدریج کی گنجائش ہے بلاشبہ تدریج کے احکام تو اس زمانہ کے لیے تھے جب کہ قرآن حکیم نازل ہورہا تھا اور اسلام کی تعلیمات تکمیل کو نہیں پہنچی تھیں۔ مصارف عشر کے حوالہ سے بھی اس آرڈیننس میں خامیاں پائی جاتی تھیں سورۃ التوبۃ: ۶۰ میں اللہ تعالیٰ نے اس کے مصارف خود متعین فرمادیئے ہیں جن میں تبدیلی نہیں کی جاسکتی مگر حکومت نے مصارف عشر کا واضح تعین نہیں کیا بلکہ اہم احکامات قرآنی کو نظرانداز کردیا مثال کے طور پر مصارف میں ایک اہم مد قرض داروں پر خرچ

کرنا ہے جبکہ آرڈیننس کی رو سے کاشتکار کو قرضہ دینے کی اجازت نہیں(٦١) قرضدار سے زکوٰۃ وصول نہیں کی جاسکتی جبکہ کسان اکثر و بیشتر قرض میں جکڑے رہتے ہیں انھیں بیج، کھاد، ادویات اور پیداواری اخراجات کے لیے حکومت سے بلاسود یا مع سود قرض لینا پڑتا ہے لیکن آرڈیننس خاموش ہے کہ ان کے بارے میں کیا طرز عمل اختیار کیا جائے آیا مقروض کاشتکار سے قرض وصول کیا جائے گا یا نہیں؟ فی سبیل اللہ کی بھی واضح تشریح قانون وقواعد میں موجود نہیں؟اسلام کے اصول محصول کا ایک اصول ہے کہ صدقہ جس مقام کے امراء سے لیا جائے گا وہاں کے فقراء پر ہی لوٹا دیا جائے گا(٦٢) لیکن عشر کے حوالہ سے ایسا کوئی ثبوت نہیں ملتا اس لیے عشر کی تقسیم کے فوائد لوگوں کو نظر نہ آسکے۔حکومت نے مزارعین کو صاحب نصاب ہونے کے باوجود عشر کی ادائیگی سے مستثنیٰ رکھا یہ صریحاً احکامات دینی کی خلاف ورزی ہے کہ مالک پر تو عشر کی ادائیگی لازم ہے لیکن وجوب عشر کی شرائط پوری کرنے پر بھی مزارع سے عشر وصول نہیں کیا جاسکتا حالانکہ بعض صورتوں میں آدھی پیداوار مالک لیتا ہے اور آدھی کاشتکار۔

عشر کی وصولی کا مناسب انتظام کرنا اسلامی ریاست کی بنیادی ذمہ داری ہے آپ ﷺ نے فرمایا عمال اگر ظالم اور ناپسندیدہ ہوں پھر زکوٰۃ انہیں ہی دی جائے (٦٣) حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عدم ادائیگی زکوٰۃ وعشر پر قتال کیا(٦٤) خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور خلافت میں بھی عمال کے محاسبہ کا بڑا سخت نظام موجود تھا جبکہ ہماری حکومت نے عشر کے نفاذ میں کہیں بھی ایسی سرگرمی نہیں دکھائی بلکہ عشر کی ادائیگی سے انکار کرنے والوں کو قانونی تحفظ فراہم کیا، محاسبہ کا نظام سرے سے ہی موجود نہ تھا، انتظامی نگرانی بھی خوب نہ تھی گویا عشر کا نظام سرکاری سطح پر نافذ تو کیا لیکن اس قدر ڈھیلے ڈھالے احکام کے ساتھ کہ لوگوں نے اس کو سنجیدگی سے نہیں لیا اور یہ ایک مذاق بن کر رہ گیا۔

جنرل سیلز ٹیکس:

یہ محصول اسلام کے تصور محاصل کے بالکل برعکس ہے یہ محصول عائد تو کارخانہ دار پر کیا جاتا ہے مگر وصول خریدار سے ہوتا ہے گویا کہ ایک کا بوجھ دوسرے پر منتقل کردیا جاتا ہے جبکہ اسلام کا نقطہ نظر یہ ہے کہ الاتزروازرۃ وزراخری (٦٥) (کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائیگا) یہ محصول کاشتکاروں اور مالکان زمین سے زرعی مداخل کی خریداری کے وقت وصول کرلیا جاتا۔کسان چاہے اس کے ادا کرنے کی استطاعت رکھے یا نہ رکھے وہ اس کی ادائیگی پر مجبور ہوتا ہے گویا کہ جبر کا معاملہ ہے کاشتکار کی مجبوری سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے جبکہ نبی اکرم ﷺ نے تو ایسی بیع کو ناجائز قرار دیا ہے۔سنن ابی داؤد میں ہے کہ وقد نھی رسول اللہ عن بیع المضطر و بیع الغرر و بیع الثمرۃ قبل ان تدرك (٦٦) (رسول اکرم ﷺ نے جبر، دھوکے اور پھل کے پکنے سے پہلے کی بیع سے منع فرمایا) اکثر و بیشتر خریدار کو علم بھی نہیں ہوتا کہ اس نے جو کھاد کی بوری جو ایک خاص رقم کے عوض خریدی ہے اس میں

سے کتنے روپے اس نے محصول کی مد میں ادا کیئے ہیں خریدار کو قیمت کی اصل شرح اور محصول کا علم ہی نہیں اس لحاظ سے جنرل سیلز ٹیکس اسلام کے اصول عدل کے بھی خلاف جاتا ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا لیس منا من غش. (٦٧) (جس نے دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں) بلاشبہ ''عوام کے علم میں لائے بغیر ان سے ٹیکس وصول کرنا بداعتادی، بدمعاملگی اور دھوکے کی ایک صورت ہے۔'' (٦٨)

اور اس سے زیادہ توجہ طلب امر یہ ہے کہ زراعت کے حوالہ سے یہ محصول کاشتکار سے پیشگی ہی وصول کرلیا جاتا ہے حالانکہ ابھی تو اس نے زمین میں نہ کچھ بویا ہے اور نہ بلا واسطہ کچھ حاصل کیا ہے ان مداخل کے استعمال سے پیداوار میں اضافہ متوقع ہوتا ہے جس پر عشر کی ادائیگی کرنا ہوتی ہے ۔لہذا یہ پیشگی ٹیکس ہے اور اس اعتبار سے یہ نہایت ظالمانہ محصول ہے زراعت ایسا معاش ہے جس کا سارا انحصار قدرتی ماحول پر ہوتا ہے پیداوار کا حصول غیر یقینی ہوتا ہے سارا خاندان کھیتوں میں مشقت کرتا ہے اور پھر بھی آخر تک پھل پانا یقینی نہیں ہوتا۔ اسلام تو عشر بھی پیشگی وصول کرنے کی اجازت نہیں دیتا تو محصول کو کیسے جائز ٹھہرا سکتا ہے اور بعض اموال پر وجوب زکوٰۃ کے لیے سال گزرنے کی شرط بھی ہے ۔ (٦٩)

گویا کہ یہ محصول کاشتکار سے اس مفروضہ کی بناء پر وصول کرلیا جاتا ہے کہ جو کچھ اس نے زرعی مداخل میں سے خریدا ہے وہ یقیناً اس سے نفع حاصل کرے گا حالانکہ اسلام ایسے کسی مفروضہ کی بناء پر محصول وصول کرنا تو درکنار وہ بیع کی بھی اجازت نہیں دیتا جو کہ خریدار اور مشتری باہم رضامندی سے کرتے ہیں جب تک کہ شے تیار موجود نہ ہو۔ نهى النبى ﷺ ان تباع الثمرة حتى تشقح فقيل ما تشقح؟ قال تحمار و تصفاد و يوكل منها.(٧٠) (نبی اکرم ﷺ نے منع کیا کہ پھل بیچا جائے یہاں تک کہ مشقح ہوجائے پوچھا گیا مشقح کیا ہے؟ فرمایا کہ سرخ ہوجائے اور زرد ہوجائے اور کھانے کے لائق ہوجائے۔) پھلوں کے عشر کے اندازے کیلئے اسلامی فقہ میں ایک لفظ "خرص" استعمال کیا جاتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ درختوں پر پھل ہوں تو حکومت کے عمال ان کا اندازہ لگائیں اور پھر پھل اترنے پر اس میں سے حکومت کا حصہ عشر وصول کریں (٧١) فقہ حنفی نے تو اس اصول کا بھی انکار کیا ہے کیونکہ یہ محض گمان پر مبنی ہے۔ الخرص بدعة و انكر اصحاب الراى الخرص و ذلك انه ظن و تخمين وفيه نعحرد (٧٢) سیلز ٹیکس کی بنا پر کھاد، بیج، زرعی ادویات کی قیمتوں میں اضافہ ہوجاتا ہے کسان ان کا استعمال کم کرتا ہے دو کی بجائے ایک بوری کھاد استعمال کرتا ہے جس کا نتیجہ یقیناً پیداوار میں کمی کی صورت میں نکلتا ہے اور آخر کار نقصان کا شتکار اور ملک دونوں کا ہوتا ہے۔ یہ ٹیکس خصوصاً زراعت کی حوصلہ شکنی کا باعث بنتا ہے۔ کاشتکار کے بوجھ میں اضافہ کرتا ہے اسلامی نقطہ نظر سے خصوصاً زرعی لوازمات پر اس کے نفاذ کا کوئی جواز نہیں ہے اگر ڈیزل پر مجبوراً یہ ٹیکس زراعت کے

لئے مخصوص نہ ہونے کی وجہ سے اسے نہیں ہٹایا جاسکتا تو سب سبسڈی (کمی) سے اسکا ازالہ کیا جاسکتا ہے۔

مارکیٹ فیس اور شوگر کین سیس اور آبیانہ:

یہ محصول خدمات کا معاوضہ ہیں مارکیٹ فیس کے عوض زرعی پیداوار کی منڈیوں میں جنس بیچنے والوں کے لئے سہولت مہیا کی جاتی ہے اور شوگر کین سیس جو کہ گنے کے کاشتکار سے اس وقت وصول کیا جاتا ہے جب کہ وہ شوگر مل کو گنا بیچتا ہے یہ بنیادی طور پر کھیتوں سے لے کر شوگر ملز تک سڑکوں اور پلوں کی تعمیر اور ان کی حفاظت کے لیے لیا جاتا ہے تاکہ کاشتکاروں کو گنا بھیجنے میں سہولت رہے اور آبیانہ حکومت فصلوں کو پانی دینے کے عرض وصول کرتی ہے اسلام میں کسی خدمت کا معاوضہ وصول کرنا کوئی برائی نہیں اور خصوصاً جب کہ اس کا مقصد بھی فلاح و بہبود ہو۔قرآن حکیم میں بھی خدمت کے بدلہ میں معاوضہ کا تذکرہ آیا ہے اور یہ معاوضہ نکاح کی صورت میں تھا۔حضرت شعیبؑ نے حضرت موسیٰ سے فرمایا تھا جنھوں نے انکی صاحبزادیوں کے جانوروں کو پانی پلایا تھا ”انی اریدان انکحك احدی ابنتی ھاتین علی ان تاجرنی ثمانی حجج“(۷۳) (میں چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں بیٹیوں میں سے ایک تمہارے نکاح میں دے دوں اس شرط پر کہ تم آٹھ سال میری نوکری کرو۔) سورۃ البقرہ میں بھی بچے کو معاوضہ پر دودھ پلانے کا ذکر آیا ہے۔(۷۴) سیرت طیبہ سے بھی خدمت کے بدلے میں معاوضہ لینے کی دلیل ملتی ہے۔ غزوہ بدر کے قیدیوں میں سے جس کے پاس فدیہ نہیں تھا ان کے لیے یہ طے کیا گیا کہ وہ مدینہ کے دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں اور جب بچے اچھی طرح سیکھ جائیں تو یہی ان کا فدیہ ہوگا۔(۷۵) کتب حدیث میں ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ اور چند صحابہ کرامؓ سفر کے لیے نکلے اور عرب کے کسی قبیلہ پر اترے اس قبیلہ کے سردار کو سانپ یا بچھو نے کاٹ کھایا وہ لوگ صحابہ کرامؓ کے پاس آئے کہ آیا تمہارے پاس کوئی منتر ہے۔ایک صحابی نے کہا ہاں ہمارے پاس ایک منتر ہے لیکن تم نے ہماری ضیافت بھی نہ چاہی اب میں اس وقت تک منتر نہ پڑھوں گا جب تک تم مجھے اس کی اجرت نہ دو۔انہوں نے ایک گلہ بکریوں کا دینا کیا تب وہ شخص آیا اور صحابی رسول ﷺ نے سورۃ فاتحہ پڑھ پڑھ کر تھوکنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ اچھا ہوگیا۔پھر ان لوگوں نے جو اجرت ٹھہرائی تھی دے دی۔(۷۶) گویا کہ قرآن و سنت سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی خدمت مہیا کرنے کے بدلہ میں معاوضہ اور اجرت وصول کی جاسکتی ہے یہ معاوضہ نقد روپیہ پیسہ کی صورت میں بھی ہوسکتا ہے اور کوئی خدمت انجام دینے کی صورت میں بھی لہذا مارکیٹ فیس اور شوگر کین سیس کی وصولی میں شرعاً کوئی قباحت نہیں پائی جاتی بشرطیکہ شرائط وغیرہ واضح ہوں۔اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی ان محاصل کو جائز قرار دیا ہے" کسی خاص ضروریات کے لیے عائد کیا گیا ٹیکس کا نفاذ اسلامی نقطہ نظر سے درست ہے(۷۷) لیکن اگر حکومت یا متعلقہ انتظامیہ فیس وصول کر کے مطلوبہ سہولتیں مہیا

نہیں کرتی ہے۔تو پھر اس کی وصولی کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا(۷۸) قرآن وسنت کی روشنی میں فقہاء کرام نے یہ قاعدہ وضع کیا ہے کہ الجبایة بالحمایة (محصول حفاظت کرنے پر ہی ہے) یعنی محصول جس مقصد کے لیے لیا جاتا ہے اس کا پورا کرنا ضروری ہے (۷۹) اصولاً تو ان محاصل کے عائد کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ وہ متعینہ مقاصد پر خرچ کئے جاتے ہوں۔

زرعی انکم ٹیکس:

آمدنی پر محصول عائد کرنا خالص مغربی تصور ہے جسے پاکستان نے اختیار کیا ہے اگرچہ اسلامی حوالہ سے اس کے نفاذ میں کوئی قباحت تو نہیں پائی جاتی لیکن اسلام کا اپنا تصور زکوٰۃ اتنا جامع اور مفصل ہے کہ مال و دولت کا کوئی شعبہ بشرطیکہ نصاب کو پہنچے زکوٰۃ سے مبریٰ نہیں ہے زرعی پیداوار پر عشر عائد کیا جاتا ہے نقد، روپیہ پیسہ، سونا، چاندی، مویشی، مال تجارت ان سب پر بھی زکوٰۃ وصول کی جاتی ہے عشر کے نفاذ کے ساتھ زرعی انکم ٹیکس کے نفاذ کا کوئی جواز نہیں ہے عشر ٹیکس ہذا کے مقابلہ میں یقیناً امر واجب ہے جس کی ادائیگی ہر حال میں بشرط نصاب لازمی ہے حکومت کو چاہیے کہ غیر مسلموں یا کسی اور بنا پر عشر کی ادائیگی نہ کرنے والوں سے زرعی انکم ٹیکس وصول کرے یہ زرعی ٹیکس کے نام سے بھی عشر کے برابر وصول کیا جاسکتا ہے اس سے حاصل کردہ رقم غیر مسلم اور عشر ادا نہ کرنے والوں کی بہبود پر خرچ کی جاسکتی ہے۔ بہر طور عشر کی ادائیگی کے بعد زرعی انکم ٹیکس کی وصولی کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔ ویسے بھی یہ ٹیکس عالمی تنظیموں، آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے اصرار پر عائد کیا گیا نہ کہ ضروریات کی بنا پر اس لئے اس کا نفاذ اور وصولی بلا جواز ہے۔ زراعت کے حوالہ سے پاکستان کو بے پناہ وسائل سے نوازا ہے دنیا کا بہترین نہری نظام، فصلوں کی ضروریات کے اعتبار سے موسم ہیں زمین زرخیز ہے کسان محنتی ہے لیکن اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ پاکستان خوراک کے معاملہ میں خود کفیل نہیں ہے گندم چینی اور اب تو بھارت سے سبزیاں اور گوشت بھی درآمد کیا جارہا ہے یقیناً یہ امر باعث تشویش ہے کہ وہ ملک جس کے ٪۶۷ لوگ زراعت سے وابستہ ہیں دن رات محنت کرتے ہیں وہ ملک جو زرعی پیداوار سے زرمبادلہ کمانے کی صلاحیت رکھتا ہے وہ اناج درآمد کرے۔ اس صورت حال کا سبب دیگر وجوہات کے ساتھ ساتھ زرعی محاصل میں اضافہ بھی ہے ہمارا کسان محاصل کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے۔ وہ بیک وقت کئی طرح کے محاصل ادا کرتا ہے جبکہ ہمارے ملک میں کسانوں کی اکثریت چھوٹے چھوٹے رقبہ زمین کی مالک ہے۔ ٪۹۸ مالکان زمین ۱۵۰ ایکڑ تک کی ملکیت رکھتے ہیں اور دیگر صرف ٪۲ ہیں جو ۱۵۰ ایکڑ سے زائد رقبہ جات کے مالک ہیں (۸۰) ان اعداد وشمار کی رو سے ٪۲ کی خاطر باقی ٪۹۸ پر محاصل کا بوجھ ڈال دینا یقیناً ناانصافی ہے۔

پاکستان کے زرعی محاصل کی پالیسی یقیناً اس کی اپنی وضع کردہ نہیں ہے اس لئے ملک وقوم کے مفاد کے خلاف ہے یہ محاصل تو مغرب کی تقلید میں بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اس کے زیر ہدایت عائد کیے جارہے ہیں تو مبالغہ نہ ہوگا۔ بیرونی قوتیں فیصلہ کرتی ہیں پاکستان میں زرعی معیشت پر زرعی انکم ٹیکس نافذ ہونا چاہیے تو ہم قطع نظر اپنی ملکی ضروریات اور قومی حالات کے اسے نافذ کردیتے ہیں کہا جاتا ہے زرعی اجناس پر دی جانے والی سبسڈی ختم کردی جائے تو سبسڈی ختم کردیتے ہیں کہا جاتا ہے کہ زرعی مداخل پر سیلز ٹیکس عائد ہونا چاہیے تو یہ جائزہ لیے بغیر کہ اس کے کیا اثرات مرتب ہوں گے سیلز ٹیکس لاگو کردیا جاتا ہے یہ سب ان معاہدات کا نتیجہ ہے جو حکومت نے ورلڈ بینک اور IMF سے کئے ہیں اس میں The Structural Adjustment Programme of 1988 اور اس سے ملتے جلتے دیگر معاہدات شامل ہیں۔(۸۱) اس معاہدے کے تحت حکومت پاکستان نے زرعی انکم ٹیکس عائد کردیا زرعی مداخل، کھاد، ڈیزل، بیج، بجلی، زرعی ادویات وغیرہ پر سیلز ٹیکس نافذ کیا اور سبسڈی کا آہستہ آہستہ خاتمہ کردیا نتیجتاً یہ سب کچھ اتنا مہنگا ہوگیا کہ اول تو کسان کے اخراجات ہی پورے نہیں ہوتے اور اگر ہوجائیں تو پیداواری لاگت میں اضافہ کے باعث اس کی اجناس عالمی مارکیٹ میں فروخت ہونا مشکل ہوگئی۔ حالانکہ حکومت اگر مہنگے داموں خریدی جانے والی آسٹریلین اور امریکن گندم کی زائد قیمت اپنے کسانوں کو دے دے تو وہ نہ صرف ضروریات پوری کرسکتے ہیں بلکہ وافر مقدار بھی پیدا کرسکتے ہیں۔ سابق وفاقی وزیر برائے مذہبی امور جناب محمود احمد غازی (مرحوم) نے اپنی ایک تقریر میں فرمایا تھا "ان کا مقصود یہ ہے کہ پاکستان کے تمام کاشتکار اس کے تمام غلہ اگانے والے اپنے غلہ سے دستبردار ہوجائیں اور امریکہ کہیں اور پیدا کرنے والا سستا غلہ جو سالہا سال سے سمندر کی نذر کیا جاتا رہا ہے اس کے ذریعہ پاکستان کو اس غلہ کے لیے سستی منڈی اور سستی مارکیٹ بنادے اس لیے وہ کہتے ہیں سبسڈی ختم کرو اور زرعی انکم ٹیکس نافذ کرو"۔(۸۲)

خود ترقی یافتہ اور مغربی ممالک کا یہ عالم ہے کہ زراعت پر کوئی محصول نہیں عائد کیا جاتا کسانوں کو بھرپور سبسڈی دی جاتی ہے تاکہ وہ پیداوار میں اضافہ کے لیے کوشاں رہیں "یورپ کے ممالک روزانہ ایک ارب ڈالر کی سبسڈی اپنے کسانوں کو دے رہے ہیں"۔(۸۳) باوجود عالمی معاہدوں کے وہ ممالک ان رعایات کے خاتمے یا کمی میں پس وپیش کرتے ہیں۔ انہی رعایات کی بناء پر ان ممالک میں فاضل زرعی پیداوار ہوتی ہے۔ ہمارے ہمسایہ ملک بھارت کے پنجاب میں مختلف رعایات نہری پانی اور زراعت کے لیے مفت بجلی کی فراہمی (۸۴) نے زراعت کی زبردست ترقی اور پیداوار میں اضافے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ مگر ہم بیرونی دباؤ کے تحت امداد ختم کررہے ہیں اور مختلف ٹیکس عائد کررہے ہیں۔ حالانکہ اگر پیداوار میں اضافہ ہوجائے تو عشر کی وصول سے تمام کسر

پورے ہوسکتی ہیں۔مغربی ممالک کے رویے سے واضح ہے کہ انہیں اپنے ملک وقوم کے مفادات ان کو اس قدر عزیز ہوتے ہیں کہ جب ۱۹۹۸میں پاکستان کے ایٹمی دھماکوں کے نتیجہ میں اقتصادی پابندی عائد کی گئیں تو پھر بھی امریکہ نے پاکستان کے امریکی گندم درآمد کرے پر کوئی پابندی نہیں لگائی تھی تاکہ اس کو میسر غلہ کی منڈی ختم نہ ہوجائے۔ لیکن پاکستان میں رائج زرعی محاصل کو اس کی بنیادی اساس اورنظریہ سے کوئی تعلق نہیں گویا کہ ہم اپنے مرکز سے ہٹ گئے ہیں اسلامی محصول عشر عائد کرنا پسند نہیں کرتے کیونکہ بیرونی قوتیں اس کو پسند نہیں کرتی اس سے اسلام اور اپنے عقائد سے وابستگی کا اظہار ہوتا ہے اور اگر کوئی حکومت خواہ سیاسی یا مذہبی بنیاد پر اس کو عائد کردیتی ہے تو اس کے نظام کو بہتر بنانے یا قائم رکھنے میں کوئی حکومت دلچسپی نہیں لیتی ان تمام رویوں کا نتیجہ ہے کہ آج زرعی محاصل اسلام سے دور اور مغرب کے قریب ہیں اور ملک وقوم کے مفادات کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) ابن منظور الافریقی (م۷۱۱ھ)، لسان العرب، دارصادر بیروت ۱۹۵۵، ۱۱:۳۱۵

(۲) الزبیدی، محمد مرتضٰی (م۱۲۰۵ھ)، تاج العروس، دار لیبیا للنشر والتوزیع بنغازی، ۷:۳۷۹

(۳) الجوھری، اسماعیل بن حماد (م۳۹۳ھ)، الصحاح، دارالکتاب العربی بمصر، ۴:۱۶۶۹

(۴) سید احمد دھلوی، فرہنگ آصفیہ، مکتبہ حسن سہیل لمیٹڈ، لاہور، ۲:۸۶

(۵) جامع اللغات، ملک دین محمد اینڈ سنز تاجران کتب، لاہور

(6) The Oxfor English Dictionary , Clarendon Press Oxford 1989, V:XVIII, P:677

(7) The New Encyclopaedia Britannica, Chicago 15th Edition, 28:408

(8) The New Encyclopaedia Britannica, 28.408.

(9) International Encyclopedia of the Social Sciences, The Free Press, New York 1997, 15:22

(10) The New Encyclopaedia Britannica 28:40

(11) International Encyclopedia of the Social Sciences, 15:22

(١٢) زکوٰۃ مینوئل، مرکزی زکوٰۃ انتظامیہ وزارت خزانہ حکومت پاکستان اسلام آباد(1993) دفعہ 1 (2)

(١٣) زکوٰۃ وعشر آرڈیننس مجریہ 1980 (1980 of xviii) عرفان لاء بک ہاؤس لاہور، دفعہ 2 (XVII)

(١٤) زکوٰۃ مینوئل، دفعہ 5 (1)

(١٥) زکوٰۃ مینوئل، دفعہ 25 (ب)

(١٦) زکوٰۃ مینوئل، دفعہ 5(2) (الف)(ب)

(١٧) زکوٰۃ مینوئل دفعہ 3 (1)

(١٨) زکوٰۃ وعشر آرڈیننس مجریہ,1980 دفعہ 8

(١٩) زکوٰۃ وعشر آرڈیننس مجریہ,1980 دفعہ 18-12

(20) Agricultural Statistics of Pak 2001-02, P 178

(21) Akhtar Raza Rana, Taxation System of Pakistan, Book Traders Lahore, P.16-17

(22) National Taxation Reform Commission (Final Report) , Dec, 1986, Para 6.1P.131

(23) S.Akbar Zaidi, Issues in Pakistan Economy, Oxfor, University Press, P.315

(24) S. Akbar Zaidi, Op., Cit., P. 17

(25) Report of Prime Minister's TASK FORCE ON AGRICULTURE, Revenue Division Ministry of Finance, Revenue and Economic Affairs, Government of Pakistan, Dec. 1993, P.(26) قواعد 1979 پنجاب زرعی پیداواری منڈیوں کا آرڈیننس 1978ء، قاعدہ 36: نظامت زراعت (معاشیات وتجارت) پنجاب لاہور، 1996

(٢٧) پنجاب زرعی پیداواری منڈیوں کا آرڈیننس ١٩٧٨ء، نظامت زراعت (معاشیات وتجارت) پنجاب لاہور١٩٩٦

(٢٨) قواعد ١٩٧٩ پنجاب زرعی پیداواری منڈیوں کا آرڈیننس 1978ء، قاعدہ: ۴۲

(٢٩) پنجاب زرعی پیداواری منڈیوں کا آرڈیننس 1978ء، دفعہ: 20

(٣٠) قواعد ١٩٧٩ پنجاب زرعی پیداواری منڈیوں کا آرڈیننس 1978ء، قاعدہ: 23 (3) (2) (1)

(۳۱) بحوالہ چیف ایگزیکٹو FAP (فارمز ایسوسی ایٹ آف پاکستان) لاہور۔

(32) Notification No. SOF (SUGAR) 13 (35)/2002, Govt. of The Punjab Food Department Dated October 2004.

(33) The Punjab Sugarcane (Development) Cess Rules, 1964 Rule 3(2) Govt. of the Punjab Food Department.

(34) Op., Cit., Rule 9-10

(35) M.Mahmood Jawad, Mehmood Pasha, The Sales Tax Act 1990, Pakistan Law Time Publishers P.3.

(36) Canal and Drainage Act 1873 (VIII of 1873) Sect. 36, Law Book Land Lahore.

(37) Op., Cit., Sec. 3 (1)

(۳۸) برج نرائن، اقتصادی ہند، میسرز کرما کرشنا اینڈ سنز انارکلی لاہور ص:192

(39) Rules under Canal and Drainage Act 1873, Part XI, Rule No. 67

(40) Govt. Gazette, NWFP, Irrigation Deptt, Notification No. SO (OP)/4-21/2001, 28th September 2002. Notification No. I& P /ADC-70 1858-1974 dated 24-5-99, Irrigation and Power Deptt. GOB Quetta, Balochistan.

(۴۱) ابن کثیر، ابو الفداء عماد الدین دمشقی، (م ۷۰۱ھ): تاریخ ابن کثیر (البدایۃ والنہایۃ)، المطبعۃ السعادۃ مصر ۱۹۳۲ء، ۹:۱۸۸

(۴۲) الذاریات:۱۹

(۴۳) البقرہ:۲۱۹

(۴۴) الترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ (م ۲۷۹ھ)، سنن الترمذی، ابواب الزکوۃ، باب ان فی المال حقاً سوی الزکاۃ، المکتب الاسلامی بیروت ۱۹۸۸ء، ۱:۲۰۲

(۴۵) ابوعبید القاسم بن سلام، (م ۲۲۴ھ)، کتاب الاموال، المکتبۃ العلمیۃ لاہور، س۔ن، ص:۵۳۴

(۴۶) ابوعبید، ص:۳۵۷

(۴۷) ابوعبید، ص:۳۵۸

(٤٨) ابن حزم علی بن احمد (م۴۵٦ھ)، المحلی، الافاق الجدیدۃ بیروت،٦:١٥٦
(٤٩) المرغینانی، برھان الدین علی (م۵۹۳ھ)، الھدایہ، کتاب الکفالہ، دارالفکر بیروت،٣:١٠٩
(٥٠) الشاطبی، ابی اسحاق ابراھیم بن موسیٰ بن محمد (م۷۹۰ھ)، الاعتصام، دارالفکر بیروت،٢:١٢٣
(٥١) شامی ابن عابدین، محمد امین (م۱۲۵۲ھ) ردالمختار علی الدرالمختار، دارالفکر بیروت
(٥٢) ابن ہمام، عبدالحمید بن مسعود السیواسی (م۸٦۱ھ) فتح القدیر، کتاب الکفالۃ، المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ،٥:٤٣٢
(٥٣) ابوعبید القاسم، ص:٣٥٨
(٥٤) مودودی ابوالاعلیٰ، (م۱۹۷۹ء) تفہیم الاحادیث، معارف اسلامی منصورہ لاہور ٢٠٠٢، ٧:١٠٧
(٥٥) تقی امینی، فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، 20th سینچری اسلامک سٹیڈی سرکل لاہور، ص ٦٧-٦٦
(٥٦) اسلامی نظام مالیات وقوانین اسلامی (اسلامی نظریاتی کونسل کی بارھویں رپورٹ) اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد پاکستان ١٩٨٤ء، ص:٨
(٥٧) اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ ٨٣-١٨٨٢، اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد پاکستان، ص:٨٣
(٥٨) اسلامی نظام محاصل اور قوانین محاصل، اسلامی نظریاتی کونسل کی تیرھویں رپورٹ، اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد پاکستان ١٩٨٤ ص:١٦
(٥٩) اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ ٨٢-١٨٨١، اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد پاکستان، ص:٢٣٨
(٦٠) البقرہ:٢٠٨
(٦١) زکوٰۃ مینوئل، مرکزی زکوٰۃ انتظامیہ وزارت خزانہ اسلام آباد، اپریل ١٩٨٣، ص 78(c)
(٦٢) البخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل (م۲۵٦ھ)۔ الجامع الصحیح، کتاب الزکوٰۃ، باب اخز الصدقۃ من الا غنیاء و تردالی الفقراء حیث کانوا،٢:٥٤٤، الیمامہ دمشق بیروت ١٩٩٠
(٦٣) ابوداؤد، اشعث بن سلیمان م٢٧٥ (ھ) سنن ابی دائود، کتاب الزکوۃ، باب رضاالمصدق ،٢:١٠٧، دارالفکر بیروت
(٦٤) السیوطی، جلال عبدالرحمٰن (م۹۱۱ھ) تاریخ الخلفاء، کارخانہ تجارت کتب کراچی، ص:٤٧
(٦٥) النجم:٣٨
(٦٦) ابوداؤد، کتاب البیوع، باب فی بیع المضطر،٣:٢٥٥
(٦٧) ابوداؤد، کتاب البیوع، باب فی النبی عن الغش،٣:٢٧٢
(٦٨) اسلامی نظریاتی کونسل کی تیرھویں رپورٹ، ص:١١
(٦٩) ابوعبید القاسم، م ن، ص:٤٠٩

(۷۰) البخاری، کتاب البیوع ، باب بیع الثمار قبل ان یبد و ا صلاحھا،۲:۲۲۶۷
(۷۱) ابوعبیدالقاسم،م ن،ص:۴۸۲
(۷۲) ابو داوَد، سلیمان بن اشعث (م۲۷۵ھ) سنن ابی داؤد مع کتاب معالم السنن للخطابی، دارالحدیث بیروت لبنان ۱۹۷۱ء،۲:۲۵۹
(۷۳) القصص:۲۷
(۷۴) البقرہ:۲۲۳
(۷۵) صفی الرحمن مبارکپوری، الرحیق المختوم، المکتبۃ السلفیۃ لاہور،ص:۳۱۴
(۷۶) ابوداؤد،م ن، کتاب البیوع باب فی کسب الا طباء،۳:۲۶۵
(۷۷) اسلامی نظریاتی کونسل کی تیرہویں رپورٹ،ص:۲۱
(۷۸) اسلامی نظریاتی کونسل کی تیرہویں رپورٹ،ص:۷
(۷۹) شامی ، ابن عابدین ، محمد امین (م 1252ھ)حاشیہ ردالمختار علی الدرالمختار ، مطبعۃ الکبری الامیریہ بو لاق مصر۱۳۲۳ھ۔۲:۳۹
(80) Agricultural Statistics of Pakistan 2001-2002, Government of Pakistan, Ministry of Food, Agricultural and Live Stock (Economic Wing) Islamabad, P.116, (81) S.Akbar Zaidi, Op.Cit P.79,
(۸۲) اسلامی نظریاتی کونسل کے ۱۴۱ اجلاس سے وفاقی وزیر برائے مذہبی امور محمود احمد غازی کا خطاب
(۸۳) ندائے کسان (ماہنامہ) جولائی ۲۰۰۳،ص:3،10-G جوہر ٹاؤن لاہور۔
(۸۴) روزنامہ جنگ لاہور ے جولائی ۲۰۰۵

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆